

علم النحو کی تاریخ، وسعت اور اہل علم کی گرانقدر خدمات

مولانا سجادالحجابی

علوم عربیت کی تعلیم و تربیت کے اہداف علوم عربیت کے خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک بڑا مشہور فن ”نحو“ کہلایا جاتا ہے، جس کی حیثیت عربی زبان و ادب میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے، اس کے بغیر عربی زبان و ادب کی شد بد پیدا ہونا ممکن نہیں، اس فن کی قدیم و جدید کتابیں مدارس عربیہ میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھائی جاتی ہیں، مدرسین اور طلبہ کا بڑا وقت نحو کی کتابوں سے استفادہ کرنے، ان کو حل کرنے اور اس کے ذریعہ عربیت کی پختگی، علوم و فنون کی قوت و استعداد پانے میں خرچ ہوتا ہے، مدارس کے اندر نحو کی تعلیم بڑی دقت نظر سے دی جاتی ہے، جس کا معیار بول چال (حوار) والی ابتدائی گرامر سے اونچا ہوتا ہے، جس کے لئے اس قدر محنت کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی جتنی مدارس میں کروائی جاتی ہے، البتہ نئے نظام تعلیم کے یہی خواہ اور عصری اداروں کے خوشہ چین ”نحو“ کو صرف معمولی درجہ کی گرامر کی حد تک ہی حیثیت دیتے ہیں، جس کے ذریعہ وہ خیر خبر لینے دینے، آنے جانے اور کھانے پینے کی عربی روانی سے بول لیتے ہیں۔

مگر سہولت سے ”نحو“ کی تعلیم پانے والے علوم عربیت کے داخلی رموز کے شناسا نہیں ہوتے، قوتِ استعداد نامی ملکہ سے بے خبر ہونے کی وجہ سے قرآن، حدیث، فقہ، اصول دین، اصول فقہ کا بخوبی ادراک کر لینے سے قاصر رہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے غور و فکر کی متقاضی کتابوں سے فن کو حاصل کرنے کی مشق نہیں کی ہوتی، جس کی وجہ سے وہ غلط بحث، غلط فہمیوں اور علمی و فنی کوتاہیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔

روز بدلتے محاورہ کی زبان میں خط و کتابت کر لینے یا بول چال میں روانی پیدا ہو جانے کو وہ اپنی جہالت مرکبہ کی وجہ سے تمام علوم و فنون کی بنیاد سمجھنے لگتے ہیں، نتیجہ یہ کہ ایسے کم سواد لوگ بھی سب سے پہلے ”کتاب اللہ“ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسی طرح ”فقہ“ اور علوم عالیہ سے تعلق رکھنے والے موضوعات، مباحث، کتابوں اور مسائل کو درس، بیان، ترجمہ، تربیتی کورس اور تحقیق و ریسرچ کے نام پر ”ناکام مشق“ کے لئے منتخب کر لیتے ہیں، جس سے اصلاح کے

بجائے خرابی، بنتوں، اشکالات اور غلط فہمیوں میں ہی اضافہ ہوتا ہے، انہیں اس کی ذمہ داری بھی ”یہ صحابی نما مصلحین“ ماہرین فن علماء ہی کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔

آج کل فنون، علوم عربیت اور دینی مدارس و جامعات میں اس حوالے سے جاری منہج تعلیم و تربیت کے بارے میں کئی طرح کی باتیں کی جارہی ہیں، غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں، ”علماء و ماہرین فن“ تیار کرنے کے بجائے فحشی و صحنائی پیدا کرنے پر زور دیا جا رہا ہے، اس مسئلے پر ”مثبت و منفی جہت“ سے غور کرنے کے بجائے بروقت ”ہمہ جہتی“ کام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ خیر و خوبی اور شر و عیب میں خلط ملط کر دینے سے بچا جاسکے۔

علم الخو کا آغاز..... علامہ سنجاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ”ارشاد القاصد“ میں ”علم الخو“ کے بنیادی مقاصد کے بارے میں لکھتے ہیں:

علم نحوہ علم ہے جس سے مرکب کلمات کے ان احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے، جو اعراب و بنا سے متعلق تغیرات کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں، یعنی کوئی حرکت کب کیسے اور کہاں دینی چاہئے؟ [آگے فرماتے ہیں:] اور یہ سب اس لئے تاکہ جملے کا مقصود پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آجائے اور سامع کو کسی طرح کا التباس نہ رہے۔ (۱)

ابوالبرکات ابن الانباری اپنی کتاب ”نزهة الالباء فی طبقات الاہل دباء“ میں لکھتے ہیں:

علم عربیت کے واضح اول، اس کے قواعد کی بنیاد رکھنے والے اور اس کے حدود کی حد بندی کرنے والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انہی سے ابوالاسود دؤلی نے علم حاصل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ علم وضع کرنے کا جو واقعہ محرک ہوا، اسے ابوالاسود نے اس طرح بیان کیا ہے: کہ ایک دن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے میں نے پوچھا:..... اے امیر المؤمنین! یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عجمیوں سے اختلاط ہو جانے کے سبب کلام عرب میں کچھ فساد اور خرابی آگئی ہے، لہذا میں چاہتا ہوں کہ ایسی بنیادی چیزیں جمع کر دوں جو لوگوں کے لئے مرجع اور معتمد علیہ بن سکیں، پھر انہوں نے وہ رقعہ میرے سامنے کیا جس میں لکھا تھا: کہ ہر کلام اسم، فعل اور حرف میں منحصر ہے: اسم وہ ہے جو معنی کو بتاتا ہے، فعل وہ ہے جس کے ذریعے کسی کام کا ہونا معلوم ہو اور حرف وہ ہے جو نہ اسم ہو اور نہ فعل اور کسی معنی کا فائدہ دے۔

مجھے مزید بتاتے ہوئے فرمایا: اے ابوالاسود! انھن هذا النحو (اس طریقہ پر چلو) اور غور و فکر سے اس میں اضافہ کرو، اور ہاں دیکھو! اسماء تین طرح کے ہوتے ہیں: ظاہر، مضمحل اور وہ جو نہ ظاہر ہو اور نہ مضمحل، لوگوں کے درمیان (مراد متعین کرنے کے دوران) باہمی فضیلت کا مقابلہ اُس میں ہوتا ہے، جو نہ ظاہر ہو اور نہ

مفسر۔ اس سے ان کی مراد اسم، مہتممی۔ (۲)

بعض روایات میں علم نحو کی اولین تدوین کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کی گئی ہے اور بعض دیگر روایات میں چند اور صحابہ کا بھی نام لیا گیا ہے۔

خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ عربی زبان کی حفاظت اور صحیح اشاعت کے لئے اس بنیادی علم کی پہلی گتھلی صحابہؓ ہی کے دور میں پڑ گئی تھی، انہی کے زیر اثر حضرت ابوالاسود دؤلی اور ان کے حلقہ شاگردان نے اس علم کو مدون کیا، عربیت کے حوالے سے اس کی بنیادی حیثیت و ضرورت کو تسلیم کر لیا گیا، اور اس کی تعلیم و تربیت کا رواج پڑ گیا، جس میں خوب ترقی ہوئی، تصنیف و تالیف، بحث و تحقیق کے مستقل سلسلے چل پڑے، جس کے نتیجہ میں ”علم النحو“ کے بارے میں جداگانہ شناخت رکھنے والے مکاتب فکر وجود میں آ گئے۔

نحوی مکاتب فکر اور امام سیبویہ کی ”الکتاب“..... چنانچہ سب سے پہلے بصری اور کوئی نوختین اور ان کے باہمی فی اختلافات کا چرچا ہوا، ان کا ذکر کیا جانے لگا، یہ سلسلہ اتنا دراز ہو گیا کہ بعد کے مقتدر علماء نے نحوی مذاہب، آراء اور رائج و مرجوح پر الگ سے کتابیں لکھ ڈالیں۔

اس حوالے سے ابن الانباری کی مشہور کتاب ”الانصاف فی مسائل الخلاف بین النحاة البصرية والكوفية“ علماء کے لئے مصدر کی حیثیت رکھتی ہے، جو شیخ محی الدین عبد الحمید حنفی کی قیمتی تعلیقات کے ساتھ مصر اور بیروت کے کئی اداروں نے شائع کی ہے، اس موضوع پر حال ہی میں ابو البقاء العکبری (متوفی ۶۱۶ھ) کی کتاب ”التبيين من مذاهب النحويين البصريين والكوفيين“ بھی مکتبہ العیکان، ریاض، سے چھپ گئی ہے۔

بصرہ کے نحویوں کی نمائندگی نصر بن عاصم (المتوفی ۸۹ھ)، ابو عمرو ابن العلاء (متوفی ۱۵۳ھ)، خلیل بن احمد الفراهیدی (متوفی ۱۸۸ھ)، سیبویہ (متوفی ۱۸۰ھ) اور مرید (۲۸۵ھ) اپنے اپنے دور میں کرتے رہے۔

امام سیبویہ کی ”الکتاب“ نے اس مکتبہ فکر کی بہترین ترجمانی کی اور لا جواب شہرت حاصل کی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء نحو و عربیت نے اس کتاب کو جو اہمیت دی ہے، اس کا کچھ ذکر کیا جائے؛ تاکہ عظیم شخصیت کے اس عظیم کارنامے کا کچھ اندازہ کیا جاسکے، جس نے تاریخ کے ہر موڑ پر فنی مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اپنا لوہا منوایا، اور مجھ سمیت جو لوگ تہیلات زمانہ کے شکار ہیں، ان کو اسلاف کی کتابوں کی طرف توجہ ہو سکے۔

چنانچہ مشہور مؤرخ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ رقمطراز ہے: ”سیبویہ سادے متقدمین و متاخرین میں علم نحو کے سب سے بڑے عالم تھے اور اس فن میں ان کی کتاب جیسی کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی ہے۔“ (۳)

عبدالواحد المغوی اپنی کتاب ”مراتب النحويين“ میں لکھتے ہیں: ”امام خلیل کے شاگردوں میں سیبویہ جیسا شخص نہیں تھا، انہوں نے ایک کتاب تالیف کی جو ”قرآنی نحو“ سے مشہور ہوئی۔“ (۴)

ابو عثمان مازنی کتاب سیبویہ کے بارے میں کہتے ہیں: ”جس کسی کو یہ خیال آتا ہو کہ وہ ”کتاب سیبویہ“ کے بعد (بھی) کوئی بڑی، جامع کتاب نحو میں لکھ دے، تو اسے (اپنی کوتاہ بینی پر) شرم آنی چاہئے۔ (۵)

امام فراء کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ فوت ہوئے تو ”کتاب سیبویہ“ ان کے سر ہانے مطالعہ کے لئے رکھی ہوئی تھی۔ (۶)

غیر معمولی فنی اہمیت ہی کی وجہ سے اس کو ”قرآنی نحو“ جیسی بلند و بالا تعبیر سے یاد کیا گیا، اور جب بھی علماء نحو میں اس کا حوالہ دیا جاتا ہے، تو صرف ”الکتاب“ کہ دینا کافی سمجھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام ہارون امام جاحظ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ قدیم دور کے ان بڑے لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ”کتاب سیبویہ“ کو خوب پڑھا ہے؛ چنانچہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ: میں نے محمد بن عبد الملک الزیات کی خدمت میں جانے کا عزم کیا، ان کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے بارے میں سوچا، تو مجھے ”کتاب سیبویہ“ سے زیادہ بہتر کوئی چیز ہدیہ کرنے کی لائق نظر نہیں آئی (چنانچہ ہدیہ لے کر ان کے پاس پہنچا) عرض کیا: میں نے آپ کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کرنا چاہا؛ مگر مجھے کوئی چیز ایسی نظر نہ آئی جو آپ کو پیش کی جاسکے، سب چیزیں آپ کے پاس موجود تھیں، (اس لئے یہ کتاب ہی آپ کو پیش کر رہا ہوں) میرے خیال میں اس سے بہتر ہدیہ نہیں ہو سکتا (اس کی وجہ یہ ہے کہ) میں نے یہ کتاب امام فراء کی میراث میں سے خریدی ہے، یہ بات سن کر ابن الزیات نے جاحظ سے کہا: کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ میرا ذخیرہ کتب اس قدر اہم کتاب سے بھی خالی ہے؟ (یہ کیسے ہو سکتا ہے) جاحظ نے جواب دیا: ایسا نہیں سوچا؛ لیکن (یہ نسخہ اہم ہے؛ کیونکہ) یہ فراء کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، امام کسائی نے اس کا مقابلہ نصوص کیا ہے اور عمرو بن بحر جاحظ (خود بدولت) نے اس کی تہذیب کی ہے۔“ (۷)

امام مبرد نے ”کتاب سیبویہ“ کا ایک تہائی حصہ جرئی کے پاس پڑھا، ان کے انتقال کے بعد پھر مازنی سے باقی کتاب کی تکمیل کی، جس کی وجہ سے امام مبرد کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ ”کتاب سیبویہ“ کی معرفت و مہارت میں احمد بن یحییٰ ثعلب کوئی سے اونچے سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ابوالیٰ علی الدینوری سے دریافت کیا گیا: کہ مبرد نحوی ”کتاب سیبویہ“ کے بارے میں احمد بن ثعلب سے کیسے بڑھ گئے؟ تو الدینوری نے جواب دیا: کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مبرد نے یہ کتاب دوسرے ماہرین فن سے پڑھ کر اخذ کی ہے، جبکہ احمد بن ثعلب نے اپنے طور سے پڑھنے پر اکتفاء کیا تھا۔ (۸)

اساتذہ سے پڑھنے اور خود مطالعہ کرنے پر اکتفاء کر لینے میں کتنا بڑا فرق ہے کہ ثعلب جیسا امام فن بھی زور بازو سے اس مقام کو حاصل نہ کر سکا، جو مبرد کو کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے ملا!

امام مبرد بصری کا یہ بھی معمول بتایا گیا ہے کہ جب کوئی ان کے یہاں آتا اور کتاب سیبویہ کا درس لینے لگتا، تو برجستہ فرماتے: هل رکت البحر؟ شاید مطلب یہ ہوتا: کہ سمندر کی وسعتوں یا بحری سفر کی مشقتوں کا اگر نظارہ کر چکے ہو،

شاید اسی کا اثر تھا کہ بعض نحوی حضرات ”کتاب سیبویہ“ کی باقاعدہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ انہی لوگوں میں سے اندلس کے عبداللہ بن محمد عیسیٰ تھے، جن کے بارے میں ابن بشکوال نے ”کتاب الصلۃ“ میں نقل کیا ہے (کہ ان کے حافظے اور شغف کا عالم یہ تھا) کہ صرف پانچ روز میں ”کتاب سیبویہ“ کا ختم کر لیا کرتے تھے، ابن بشکوال ہی کے حوالے سے شیخ عبدالسلام ہارون نے لکھا ہے: (کہ اندلس کے) قاضی ابوالحسن السعدی کو ”کتاب سیبویہ“ حفظ یاد تھی۔ (۱۰)

عبدالواحد لغوی نے لکھا ہے کہ میں کتاب سیبویہ کے کئی اجزاء پچاس مرتبہ پڑھ چکا ہوں۔ (۱۱)

امام زجاجی نے ”مجالس العلماء“ میں اس سے بھی زیادہ عجیب بات لکھی ہے، کہ امام جری نے فرمایا: عرصہ تیس سال سے مسائل فقہ میں ”کتاب سیبویہ“ (کی روشنی میں) لوگوں کو فتویٰ دیتا ہوں۔ (۱۲)

اکابر دیوبند اور کتاب سیبویہ:..... متفقہ میں علماء دیوبند کے زمانہء عمرت، وابتلاء میں تو اس کتاب کا کوئی نسخہ پالینا ہی دشوار تھا؛ مگر ہمارے اکابر علماء دیوبند علم و تحقیق کے جو یا تھے، جب کتاب کے نسخے دستیاب ہوئے تو اس لا جواب کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھایا، امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری کو اس کتاب سے خاص مناسبت تھی، چنانچہ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری ”نقش دوام“ میں حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ خیز مطالعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”علوم عربیہ میں کتاب سیبویہ جو نحو کی ایک اہم کتاب ہے، فرماتے تھے کہ میں نے اس کتاب کا کئی بار مطالعہ کیا اور اس کی بعض نادر شرحیں بھی نظر سے گزریں۔ یہ بھی فرمایا: کہ علوم عربیہ میں اس سے زیادہ دشوار کتاب کوئی نہیں۔“ (۱۳)

حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب امر وہوی رحمہ اللہ اپنے ذوق مطالعہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”دارالعلوم دیوبند کی حاضری کے بعد حضرت مولانا سید انور شاہ رحمہ اللہ کے زیر ہدایت میں نے ”کتاب سیبویہ“ کا مطالعہ کیا اور آج تک چار دفعہ اس کا مطالعہ کر چکا ہوں، اب میرا عقیدہ یہ ہے کہ ”کتاب سیبویہ“ ہی ایک ایسی کتاب ہے جو طالب علم کے سامنے تمام علمی ذخائر رکھ دیتی ہے اور معلم اپنی قابلیت کے موافق اس سے بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔“ (۱۴)

متحدہ ہندوستان کے نابغہ روزگار لغوی مولانا عبد المعز مبینی بھی ”کتاب سیبویہ“ کے خوب واقف حال اور شناسا تھے، ڈاکٹر خورشید رضوی اپنی کتاب ”تالیف“ میں علامہ مبینی کے حالات میں ”الروض الانف للہبلی“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”الروض الانف کے نام سے یاد آگیا کہ علامہ مبینی اس کتاب کے بڑے مداح تھے، ایک روز اپنے خاص شاگرد اسلوب میں فرمایا: بھئی ”الروض الانف“ سیرت کے باب میں آسمانی کتاب ہے، اور نحو کے باب میں سیبویہ کی کتاب آسمانی ہے۔“ (۱۵)

علامہ عبد المعز مبینی عربی لغت کے مایہ ناز محقق تھے، جن کا حافظہ ضرب المثل تھا، عربی کے تقریباً پچھتر ہزار اشعار ان کی نوک زبان پر تھے۔

یہ ہوئی منزلت ”کتاب سیبویہ“ کی اور اس کا احترام و مقام! کتاب مشکل ضرور ہے، مگر یہ مؤلف کی عظمت، بلندی اور خود کتاب کی جامعیت، اس کے اسلوب کی دقت کو بتاتا ہے، آسان اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق گردانی جانی والی کتابیں اکثر و بیشتر فی لحاظ سے خام خیال واقع ہوتی ہیں۔

کتاب سیبویہ کی طباعت:..... طباعت کی دنیا میں کتاب سیبویہ پر سب سے پہلے یورپ کے مستشرقین نے کام کیا، پہلی بار پیرس سے دو جلدوں میں چھپی، مستشرق ڈیرنبرگ نے اس پر کام کیا، جا بجا تعلیقات کے علاوہ فرانسیسی میں ایک مقدمہ تحقیق بھی لکھا، جس میں کتاب کے مخطوطات، دستیابی کے امکان اور کتاب کی تعریف و اہمیت کے بارے میں تفصیلات دی، اس نسخہ کی پہلی جلد ۱۸۸۱ء میں اور دوسری ۱۸۸۵ء میں چھپی، اس کے چند سال بعد کلکتہ سے ۱۸۸۷ء میں ایک ضخیم جلد کے اندر چھپی، جو ۱۱۰ صفحات پر مشتمل تھی، اس نسخہ کے حاشیہ پر چوتھی صدی کے نحوی امام ابو سعید سیرانی کی ”شرح کتاب سیبویہ“ سے عبارتیں نقل کی گئی تھیں، اخیر میں ”تحصیل عین الذہب من معدن جوہر الادب“ نامی رسالہ بھی لگا ہوا تھا، اس کے بعد برلین، جرمنی سے مستشرق گھن کی توجہ سے دو جلدوں میں چھپی، پہلی جلد ۱۸۹۴ء میں اور دوسری ۱۹۰۰ء میں منظر عام پر آئی، گھن نے جرمن زبان میں اس کا ترجمہ بھی لگا دیا تھا، جو شاید کسی بھی عجمی زبان میں اس عظیم کتاب کا پہلا ترجمہ تھا۔

اس کے بعد مصر کی باری آئی، چنانچہ بولاق سے اس کی ایک جلد ۱۳۱۶ھ میں اور دوسری ۱۳۱۸ھ میں چھپی، مستشرق کرکو کے بقول یہ نسخہ ضبط و دقت میں پیرس اور برلین کے مطبوعہ نسخوں سے بڑھ کر ہے، یہ کسی اسلامی عرب ملک سے کتاب سیبویہ کی پہلی اشاعت تھی، (۱۶) اس کے بعد بھی مصر کو اس کتاب کی طباعت کا شرف حاصل ہوتا رہا، چنانچہ اس کا سب سے آخری اچھا نسخہ وہ ہے جو نابغہ روزگار محقق، شیخ عبدالسلام ہارون کی تحقیق و شرح کے ساتھ مکتبۃ الخانجی، قاہرہ نے پانچ ضخیم جلدوں میں شائع کرایا ہے، یہ نسخہ آخری بار ۲۰۰۴ھ میں چھپا، جو اس طباعت کا چوتھا ایڈیشن تھا، ”کتاب سیبویہ“ دارالکتب العلمیہ، بیروت سے بھی ۱۹۹۹ء میں لبنانی نصرانی ڈاکٹر امیل بدیع یعقوب کی تحقیق سے پانچ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

درسیات کا بنیادی ہدف اور اس کے زوال کے اسباب:..... ”کتاب سیبویہ“ ایک مشکل کتاب ہے، بایں ہمہ کوئی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا، نہ ہی کوئی دوسری کتاب اس کی جگہ لے سکتی ہے، جس کو استفادہ کرتا ہے، وہ اپنے اندر صلاحیت پیدا کر لے، اس کی شروحات سے مدد لے، بالفاظ دیگر کتاب پر طعن کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اس سے استفادہ کا لائق بنادے، یہ نہیں کہ اپنی کوتاہی کتاب اور صاحب کتاب کے کھاتے میں ڈال دے، شاید اسی سوچ کا یہ اثر ہے کہ اب لوگ دقیق اور نکتہ رس کتابوں سے خار کھانے لگے ہیں، نصابی کتابیں نکتہ رسی پڑتی ہیں، جو مدرس اور طالب علم سے محنت اور لگن کا تقاضا کرتی ہیں، ذوق کے بغیر اس کی روح منتقل نہیں ہوتی، مگر اب یہ خیال کیا جاتا ہے، کہ بجائے محنت طلبی کے جو کتاب

مشکل لگے، اسی کو نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

”الفوائد الضیائیہ“ للامام العجاسی پر فلسفیانہ طرز ہونے کا حکم لگا کر درس نظامی سے الگ کرنے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں؛ کیونکہ اب وہ مغلک کتابوں میں شمار ہونے لگی ہے، اپنی بدذوقی کا اعتراف کرنے کے بجائے کتاب اور صاحب کتاب پر حرف گیری کرنے میں عافیت سمجھنے لگے؛ حالانکہ فی الواقع کسی کتاب کا فنی لحاظ سے مشکل ہونا اس کی درسی اہمیت کو کم نہیں کرتا؛ بلکہ اسی ”تکلیف“ کے باعث ”شرح الامام“ کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے کہ اس کا بار اٹھانے والا کسی بھی فن کی کتاب بالخصوص نحوی کتاب کے اسرار و رموز سے اور تعبیرات مولف کے مقاصد و لازمی نتائج سے بہرہ مند ہونے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے، یہی درسیاتی نصاب کا مرکزی جوہر ہے۔

درس نظامی کے محاسن میں یہ بنیادی بات موجود ہے کہ ان مشکل متون، حواشی کو پڑھ کر طالب علم میں فنی لحاظ سے بیدار مغزی اور نتائج و خلفیات کو بھانپ لینے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے؛ چنانچہ اگر کوئی مطالعہ کا اہتمام کر کے ان کتابوں کو پختہ مشق اساتذہ سے پڑھ لے تو تجربہ شاید ہے کہ وہ متعلقہ فنون کی ہر مشکل کتاب کو حل کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کی قوت پالیتا ہے، اس کے برخلاف جوئی مرتب شدہ کتابوں سے فن کو حاصل کرتے ہیں، وہ صرف معلومات جمع کر لیتے ہیں، جن سے کسی قدر صحافت و انشاء اور خطابت و تقریر میں کام لے لیا جاتا ہے، مگر ان سہولت پسندوں کی بنیادی استعداد میں پختگی ہرگز نہیں ہوتی۔

درسی نصاب کی آئے دن تخفیف، تسہیل اور تغیر کی جو آوازیں مسلسل اٹھتی رہتی ہیں، اس کی وجوہات، داخلی و خارجی اسباب کو بھی دیکھ لینا چاہئے، کسی وبائی مرض کے علاج کے لئے محض دواؤں کی فراہمی اور تعین ہی کافی نہیں ہو سکتی، تا وقتیکہ اس کے اسباب و عوامل کے بارے میں بھی لوگوں کو بتایا نہ جائے اور بیماری کے ماحول کو صحت مند اقدامات سے تبدیل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بصورت دیگر صحت مند ماحول اور صحت مند غذا کے بغیر علاج و معالجہ کی سہولتیں فراہم کرنے، اس کی بہتری کی کوششیں کرنے سے ”خانہ پری“ تو ہو جائے گی، نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔

ہمیں چاہئے کہ اپنے متعلقین کو آسانی و سہولت کے نام پر سستی و کاہلی کا عادی بنانے کے بجائے انہیں دشوار گزار راستوں سے مانوس کریں، انہیں مشکلات کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کی مشق کرائیں؛ یہی ان کی خیر خواہی اور اسی میں ان کی ترقی و کامیابی چھپی ہوئی ہے، ارد گرد کی دنیا پر نظریں دوڑائیں تو یہی نظر آئے گا کہ مہارت، کامیابی، خصوصیت صرف ان لوگوں کا مقدر بنتی ہے جو سختیاں جھیلنے سے گھبراہٹے نہیں۔

مدرسین کا احساس ذمہ داری، تعلیم و تربیت کے مشغلہ سے ہمہ جہت وابستگی، شوق و ولولہ، غیر متعلقہ سرگرمیوں سے اجتناب، مطالعہ کا عمومی ماحول، بحث و تحقیق کی حوصلہ افزائی، تعلیم و تربیت کے حوالے سے نمایاں رہنے والے اساتذہ، طلبہ کے ساتھ ترجیحی بنیادوں پر سلوک، ان کی حوصلہ افزائی، کتب خانہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ، وہاں آمد و رفت کی

سہولت، اس کی حوصلہ افزائی، کتابوں کی مجلس فراہمی وغیرہ موردِ ملاحظہ کی جازوں میں پیش رکھا جائے تو تعلیم و تربیت کے حوالے سے زوال کے خطرات کم کئے جاسکتے ہیں۔

کوئی مکتبہ فکر اور زبان و ادب کی خدمات کا وسیع میدان:..... بصری مکتبہ فکر کے بعد کوفہ کے ماہرین عربیت کا شعور غفلت رہا ہے، جن میں کسائی، فراء اور ثعلب جیسے حضرات ”مجالس نحو“ کو رونق بخشتے رہے ہیں، بعد کے ادوار میں اور بھی مجالس، مستقل شناخت رکھنے والی درس گاہیں وجود میں آئیں، جو درحقیقت عربیت کے ان دوماکز کے زیر اثر رہ کر پروان چڑھتی رہیں، چنانچہ بغداد، مصر، اندلس (اسپین) کے اہل علم نے اس حوالے سے بیش بہا تصانیف کیں، جو عربی زبان و ادب کی تاریخ میں یادگار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام علم دوست مذہب ہے، جو علم و فن کی صحیح سمتوں میں ترقی، آبیاری کرنے کی راہیں ہموار کرتا ہے، علم نحو کی بھی اسلامی ترجیحات، تعلیمات کی بنیاد پر غیر معمولی نشوونما ہوئی، اس نے ترقی کی وہ منزلیں طے کیں جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

انسانی دنیا کی کسی زبان کی اس قدر گونا گوں، ہمہ گیر اور دور رس خدمت نہیں کی گئی، جو اہل علم کے ہاتھوں عربی زبان کے نصیب میں آئی، یہ اسلامی تعلیمات، ترجیحات ہی کا لازمی اثر تھا۔ ابھی حال ہی میں سعودی عرب سے علم النحو کی کتاب ”المقاصد الشافعیہ فی شرح الخلاصۃ الکافیۃ“ جو امام ابو اسحاق شاطبی متوفی: ۹۰ھ کی تصنیف ہے، دس جلدوں میں شائع ہو گئی، جس کے مجموعی صفحات تقریباً چھ ہزار تک ہیں، اسی طرح کتاب ”التسہیل“ لابن مالک نحو میں مشہور زمانہ تالیف ہے، دار السلام، مصر نے اس کی ایک شرح ”شرح ابن الجیش“ گیارہ ضخیم جلدوں میں شائع کر لی ہے، جو ہزار ہا صفحات پر مشتمل ہے۔

اصول نحو کی جدا گانہ حیثیت:..... واضح رہے کہ جس طرح ”علم النحو“ ایک مدون علم ہے، اس کی اپنی کتابیں ہیں، اسی طرح ”اصول النحو“ کی بھی مستقل حیثیت ہے، اس کی بھی اپنی کتابیں ہیں، جس طرح حدیث، اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ مستقل علوم شمار ہوتے ہیں۔

”اصول النحو“ پر سب سے پہلی کتاب امام ابن جنی کی ”الخصائص“ ہے، جو پانچ ضخیم جلدوں میں طبع ہو چکی ہے، ان کے بعد ابن الانباری نے ”لمع الادلۃ فی علم اصول النحو“ لکھی، اخیر میں ان سب کا خلاصہ امام جلال الدین السيوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”الاقتراح فی اصول النحو“ لکھ کر کیا، گویا مہر ثبت کر دی، اسی وجہ سے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: اس کتاب (شرح جامی) کی تدریس شروع کرنے سے پہلے علامہ سیوطی کے رسالے ”الاقتراح فی اصول النحو“ کا خلاصہ تقریروں کی شکل میں بیان کیا جائے۔ (۱۷)

”الاقتراح“ پہلی بار ”دائرة المعارف العثمانیہ“ حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۰ھ میں ایک سال کے اندر دو دفعہ چھپی تھی، اس

کے بعد بھی طباعت سے آراستہ **الدرر النجفی** میں اس کی بہترین شرح علامہ زبیدی خفی شارح قاموس کے استاذ جلیل القدر امام محمد بن الطیب شرقی، فاسی متوفی ۱۱۷۰ھ کی ہے، اس شرح کا نام ”فیض الانشراح من روض طلی الاقتراح“ ہے، جو دو ضخیم جلدوں میں دئی سے ڈاکٹر محمود فالہ کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے، اہل علم کے لئے ایک تحفہ نایاب سے کم نہیں۔

• ”علم النحوی“ کے مختلف ادوار اور کتابوں سے بحث کرنا چاہیں تو سیمینا مشکل ہو جائے، ایک بحر متلاطم محسوس ہوتا ہے، جس کو سر کرنے کے لئے کئی دفتر درکار ہیں، ”علم النحوی“ کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ ایک لفظ یا جملہ میں کئی قسم کی ترکیبیں ہو سکتی ہیں، عصر قریب کے بہت بڑے محدث، مفسر، نحوی اور علوم دینیہ کے مالک حضرت مولانا محمد موسی صاحب روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ ”ابا بعد“ پر پوری ایک کتاب لکھ ڈالی، جس میں لفظ ”ابا بعد“ کے تیرہ لاکھ انتالیس ہزار سات سو چالیس (۱۳۳۹۷۴۰) ترکیبی احتمالات بیان کئے ہیں، عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں اس کی ادنی مثال بھی کوئی پیش نہیں کر سکتا، ”علم النحوی“ کا اس قدر ہمہ گیر ہونا، اسلام، قرآن اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا معجزہ ہی ہو سکتا ہے، جس نے سب زبانوں کو اس کھلی حقیقت کے آگے گنگ کر دیا ہے۔

حالات و طبقات علماء نحوی..... نحوی علماء کے حالات پر بھی مستقل تاریخی تالیفات کی گئی ہیں، اس بارے لکھی گئی چند اہم تاریخی کتابوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، جن کے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکے گا کہ ہر دور میں ”علم النحوی“ کی نشوونما کس طرح سے ہوتی رہی؟ کون لوگ اس میدان میں خدمات انجام دیتے رہے؟ ان کی کوششوں کے کیا نتائج سامنے آئے؟ جس سے کسی بھی نحوی کا واقف ہونا ضروری ہے۔

(۱)..... اخبار النحویین البصریین، تالیف: امام ابو سعید السیرانی، (مولود: ۲۸۴ھ، متوفی: ۳۶۸ھ)، شیخ محمد عبد المعین خفاجی کی شرح و تحقیق کے ساتھ دارالجمیل، بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

(۲)..... انباء الرولة علی انباء النحاة، تالیف: وزیر جمال الدین القفطی، (متوفی: ۶۲۳ھ)، یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں مؤلف کے زمانہ تک کے نحویوں کے حالات جامع انداز میں لکھے گئے ہیں، علامہ ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق سے مکتبہ عصریہ، بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

(۳)..... نزہة الالباء فی طبقات الادباء، تالیف: ابوالبرکات ابن الانباری، یہ مختصر اور جامع تاریخ ہے، اس باب میں بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۴)..... مراتب النحویین، تالیف: امام عبدالواحد ابو الطیب اللغوی (متوفی: ۳۵۱ھ) شیخ ابو الفضل ابراہیم ہی کی تحقیق سے مکتبہ عصریہ، بیروت نے شائع کرائی ہے۔

(۵)..... البلغة فی تراجم ائمة النحو واللغة، تالیف: امام لغوی محمد الدین فیروز آبادی (مولود: ۲۹ھ، متوفی: ۸۱۷ھ)

مشہور زمانہ مؤلف ہیں، جن کی ”القاموس المحیط“ شہرت کی بلندیوں کو چھنچھنی ہوئی ہے، دارسعد الدین، دمشق نے شیخ محمد المصری کی تحقیق سے شائع کی ہے۔

(۶)..... طبقات النحویین واللغویین، تالیف: امام زبیری، ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق سے مصر سے ۱۹۵۷ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

(۷)..... بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة، تالیف: حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی: ۹۱۱ھ) یہ جامع، مختصر کتاب ہے، دو جلدوں میں شیخ مصطفیٰ عبدالقادر عطاء کی تحقیق سے دارالکتب العلمیہ، بیروت نے شائع کی ہے۔ یہ چند مصادر و مراجع کا ذکر ہوا، جو نحوی علماء کے حالات، تاریخ وغیرہ پر مشتمل ہیں، جن کے مطالعہ کرنے سے بیش بہا فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

امام صفدی کا علمی مقام اور ان کی ایک نادرہ روزگار کتاب:..... امام صلاح الدین خلیل الصغدی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی: ۷۶۳ھ) آٹھویں صدی ہجری کی ایک عبقری، مؤرخ، ادیب، نحوی، لغوی اور موسوعی شخصیت ہیں، ان کی تاریخ ”الوفائی بالوفیات“ انتیس ضخیم جلدوں میں ہر علم دوست کتب خانہ کی زینت ہے، جس میں عالم اسلام کے تقریباً چودہ ہزار علماء، شخصیات کے حالات مذکور ہیں، نایاب علماء کے موضوع پر ان کی کتاب ”نکت الہمیان فی نکت العمیان“ اپنی ندرت و جدت کے حوالے سے مشہور ہے، امام تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب ”طبقات الشافعیہ الکبریٰ“ میں لکھا ہے کہ: ”خلیل صغدی نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے چھ سو سے زیادہ جلدیں (اپنے ہاتھ سے) لکھی ہیں۔ (۱۸)

انہی امام صفدی کی ایک نادر تصنیف ہے، جو حال ہی میں فاروق السلیم صاحب کی تحقیق سے اتحاد الکتاب العرب، دمشق نے شائع کرائی ہے اس کا نام ”اختصر الخراع“ ہے، اس کتاب کا موضوع حیران کن ہے، موصوف نے نحو، صرف، اور لغت کے حوالے سے لوگوں کو ہونے والی غلط فہمیاں جمع کی ہیں، یہ غلط فہمیاں اس خوبصورتی کے ساتھ مذکور ہیں کہ آدمی پڑھ کر دنگ رہ جاتا ہے، اور موصوف کی ذہانت کو داد دے بغیر نہیں رہ سکتا؛ البتہ اگر کوئی غیر فنی شخص مطالعہ کرے گا تو اسے اپنے آپ کو مطمئن کرنے میں دقت ہوگی، وہ یہی سمجھے گا کہ یہی ترکیب، قاعدہ، دلیل، تعلیل اور توجیہ ہی فنی لحاظ سے درست ہے، جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہوگی۔

حرف جر ”فی“ کے بارے میں ان کی جمع کردہ ”تحقیقات“ پڑھئے اور سردھنئے:

”فی“ اسم ہے (کیونکہ اس میں اسم ہونے کی کئی علامتیں موجود ہیں ایک یہ) اس پر حرف جر داخل ہوتا ہے، جیسے:

(انتقل من الشمس الی فی الظل)۔

دوسری علامت: الف لام داخل ہوتا ہے، جیسے: (هذه الدراهم مبلغ الفی درهم)۔

تیسری علامت: مضاف واقع ہوتا ہے، اس کی مثال جیسے: (اعجنی حسن فیک)۔

چوتھی علامت: اس پر تئوین واضح ہوں ہے، جیسے (هذا القول على المسلمین) خلاصہ یہ کہ اسماء میں سے کوئی بھی ایسا کلمہ نہیں، جس پر اسم کی تمام علامتیں داخل ہو سکتی ہوں، ماسوائے ”فی“ کے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اسباب منع صرف ”آذربجان“ سے بھی زیادہ ہیں، دیکھئے لفظ ”ف“ کا عدد (۸۰) ہے، ”فی“ کا (۱۰)، جیسا کہ زجاج نے ”کتاب الجمل“ میں ذکر کیا ہے! دیکھئے ”فی“ کے اندر (۹۰) علامات پائی گئیں، جبکہ اسباب منع صرف تو صرف (۹) ہیں۔“ (۱۹)

ملاحظہ کیا آپ نے ان نادر تحقیقات کو! ہمارے خیال میں عربی کے علاوہ دوسری زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں ہوگی۔ البتہ استعداد کی کمزوری اور نصابی تقاضوں سے غفلت برتنے کے نتیجہ میں اس حوالے سے کافی ”منتشر مواد“ امتحانات کی جوابی کاپیوں میں موجود ہوتا ہے، جس کا تازہ بہ تازہ مشاہدہ امتحانات کے پرچے چیک کرنے والے محققین حضرات کرتے رہتے ہیں، نصابی کتابوں کی اردو شروحات کو بطور دوسری کتابیں متعارف کرانے کے خواہشمند ”تسہیل دہسیر“ کے ان لازمی نتائج سے بھی ”محظوظ“ ہوں!

مندرجہ بالا اقتباس کی وضاحت:..... مندرجہ بالا منقول عبارت میں (فنی الظل) اسم ہے، سایہ کے معنی میں، (الفی درہم)، میں الف لام زائد نہیں؛ بلکہ اصل کلمہ ہے، الف بمعنی ہزار کا شنیہ ہے۔ (حسن فیک) میں بھی فی (فم) اسم ہے، حرف نہیں، بمعنی آپ کے چہرے (منہ) کی خوبصورتی۔ ”کتاب الجمل“ لئزجاجی کا حوالہ بھی ایک غلط فہمی ہے، کیونکہ وہ تو نحو کی کتاب ہے، حروف ابجد سے اس کا کیا واسطہ!؛ کسی مغفل نے دیکھا کہ ”ف“ حروف جمل و ابجد کے حساب میں (۸۰) عدد کے لئے مستعمل ہے، تو اس نے ”کتاب الجمل“ کا نام لیا، پھر وہ کتاب زجاج کی نہیں، ان کے شاگرد ابو القاسم عبدالرحمان کی ہے، جو اپنے استاد ابو اسحاق ابراہیم زجاج سے غایت تعلق و صحبت کی بنا پر ”زجاجی“ کہلائے ”آذربجان“ میں محققین کے نزدیک پانچ اسباب منع موجود ہیں، جو ایک اسم میں موجود اسباب کی ایک بڑی تعداد ہے، غلط فہمی میں اس کثرت اسباب کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اسی طرح حروف ابجد کی مجموعی تعداد کو علامات کہا، پھر علامات اسم کی کثرت اور اسباب منع صرف دو الگ الگ چیزوں کو یکجا کیا گیا!

نحوی لطائف اور دلچسپ کہانیاں:..... نحوی علماء کے درمیان مختلف فنی مسائل میں مناظروں اور مجلسوں کے بازار بھی گرم رہتے تھے، علامہ زجاجی کی ”مجالس العلماء“ (جس کا پہلے بھی حوالہ دیا جا چکا ہے) ایسے ہی بحثوں اور مناظروں کی دلچسپ روداد پر مشتمل ہے، بسا اوقات ان مناظروں کی وجہ سے کافی دلچسپ اور خوشگوار مناظر سامنے آ جاتے ہیں، علامہ قیروانی نے ”جمع الجواہر“ میں لکھا ہے، کہ ابو العیر نے یہ قصہ بیان کیا: ایک دفعہ مشہور نحوی امام ثعلب نے مجھ سے سوال کیا، ابو العیر! ”الظلی“ (ہرن) معرفہ ہے یا کمرہ؟ میں نے جواب دیا کہ جب ”ظلی“ کو ذبح کر کے گھی میں طلا جائے، اور دسترخوان پر کھانے کے لئے رکھ دیا جائے، تب تو معرفہ ہے اور اگر جنگل و صحراء میں ہو تو کمرہ ہے، امام ثعلب نے یہ سن کر

برجستہ کہا: کہ دنیا میں آپ سے بڑھ کر نحوی میں نے نہیں دیکھا۔ (۲۰)
اس طرح کے ”وقائع نحویہ“ تاریخ کی کتابوں میں بکثرت مذکور ہیں، جو بڑی دلچسپی کی چیزیں ہیں۔
حوالہ جات اور مآخذ:

- (۱)..... ارشاد القاصد فی التعریفات للسنجاری: زیر عنوان: علم النحو، طباعت: مکتبۃ الرشیدنا شرون، بیروت۔ نیز دیکھئے علم نحوی کی تعریف کے لئے ”دستور العلماء“ للشیخ عبد الباقی، ”مکشاف اصطلاحات العلوم والفنون“ لکھناوی، ”التعریفات“ لالجرجانی، اور ”التوفیق علی مهمات التعاریف“ للمناوی۔ (۲)..... نزہۃ الالباء، ص: ۱۴۰، تحقیق: ابو الفضل ابراہیم، طباعت: المکتبۃ العصریہ، بیروت، ۲۰۰۳ء۔ (۳)..... وفیات الاعیان لابن خلیکان، ۲/۲۲۰، طباعت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۷ھ۔ (۴)..... مراتب النحویین لابن الطیب عبد الواحد اللغوی، ص: ۷۳، طباعت: المکتبۃ العصریہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ۔ (۵)..... دیکھئے نزہۃ الالباء لابن الانباری، حالات ابوعثمان المازنی۔ (۶)..... مراتب النحویین، ترجمہ، مبرد، نیز مقدمہ تحقیق بر ”کتاب سیبویہ“ از شیخ عبدالسلام ہارون، ص: ۲۲، طباعت، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ۔ (۷)..... مقدمہ تحقیق بر ”کتاب سیبویہ“، از عبدالسلام ہارون، ص: ۱/۲۸۵۔ (۸)..... مقدمہ تحقیق، ص: ۱/۲۹۔ (۹)..... بغیۃ الوعلاء للسیوطی، تذکرہ مبرد، طباعت: دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ (۱۰)..... دیکھئے امام ابن بشکوال کی ”کتاب الصلۃ“ ص: ۲۲۱، رقم: ۵۸۰، ط: العصریہ، صیدا، بیروت، ۱۴۲۳ھ، نیز مقدمہ تحقیق ”کتاب سیبویہ“ ص: ۳۳۔ (۱۱)..... مراتب النحویین، نیز دیکھئے مقدمہ تحقیق بر ”کتاب سیبویہ“ ص: ۳۱۔ (۱۲)..... مجالس العلماء للزجاجی، ص: ۱۹۱، شیخ الحفصین علامہ عبدالسلام ہارون کی تحقیق سے مکتبہ خانجی، قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ (۱۳)..... نقش دوام، ص: ۱۳۳، طباعت: ادارہ تالیفات اشرف، ملتان۔ (۱۴)..... دیکھئے مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں، ص: ۹۷، از مولانا عمران ندوی، ناشر: مجلس نشریات اسلام، کراچی۔ (۱۵)..... دیکھئے ”تالیف“ از ذاکر خورشید رضوی، ص: ۶۲، ناشر: شہ تاج مطبوعات، لاہور۔ علامہ مبینی کے حالات جاننے کے لئے دیکھئے ”پرانی چراغ“ از مولانا بو الحسن علی ندوی، ۲/۳۶ تا ۲۳۵، ناشر: مجلس نشریات اسلام، کراچی۔ (۱۶)..... دیکھئے معجم المطبوعات العربیۃ والمغربیۃ، لیوسف الیان سرکیس، دمشق، ۱/۱۰۷۔ ترجمہ: سیبویہ، طباعت: مطبعہ سرکیس، مصر، ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء۔ (۱۷)..... دیکھئے درس نظامی کی کتابیں کیسے پڑھیں اور پڑھائیں؟ از شیخ الانسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، ص: ۳۳، مکتبہ نعمانیہ، لاٹھی، کراچی۔ (۱۸)..... طبقات الشافعیہ الکبریٰ، للسیبکی، ۱/۱۰، رقم الترجمہ: ۱۳۵۲، نیز دیکھئے فضول فی الثقافة والادب، للطباطبائی، ص: ۳۰۴۔ (۱۹)..... اختراع الخراع، ص: ۵۴، طباعت: اتحاد الکتاب العرب، دمشق، تحقیق: فاروق السلیم۔ (۲۰)..... دیکھئے مصطفیٰ سباعی کی کتاب ”الفلاک من فوائد الفوائد“، ص: ۱۰۸، ناشر: دار ابن حزم، بیروت۔